

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

قادیانیت

ایک مستقل مذہب
ایک متوازن امت

قادیانیت کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے صدرِ دینی و علمی اختلافات اور مکاتب فکر میں سے ایک دینی و علمی اختلاف رائے اور ایک خاص مکتب فکر ہے اور اسی کے پیروا امتِ اسلامیہ کے مذہبی فرقوں اور جماعتوں میں سے ایک مذہبی فرقہ اور جماعت ہیں اور یہ اسلام کی کلامی و فقہی تاریخ کا کوئی الگ واقعہ نہیں۔

لیکن قادیانیت کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کرنے سے یہ غلط فہمی اور خوش گمانی دور ہو جاتی ہے۔ اور ایک منصف مزاج انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ قادیانیت ایک مستقل مذہب اور قادیانی ایک مستقل امت ہیں جو دینِ اسلام اور امتِ اسلامیہ کے بالکل متوازی چلتے ہیں۔ اور اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب کے اس بیان میں کوئی مبالغہ اور غلط بیانی نہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا :

”یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک جہز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔“

۱۔ خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب مندرجہ اخبار ”المنصف“ مبدعہ ۳ جولائی ۱۹۳۱ء

دریہ کہ

”حضرت خلیفہ اول نے اعلان کیا تھا کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہے

اور ہمارا اور ہے“

اسلام کی تاریخ میں اس سے پہلے ایک اور تحریک کی نظیر ملتی ہے، جس نے اسلام کا نام لیتے ہوئے اور اپنے دائرہ عمل کو مسلمانوں کے اندر محدود رکھتے ہوئے اسلام کے نظام عقائد و افکار اور نظام زندگی کے بالکل متوازی ایک نظام اعتقاد و فکر اور ایک نظام زندگی کی بنیاد ڈالی اور اسلام کے دائرہ میں ”ریاست اندرون ریاست“ کی تعمیر کی کوشش کی۔ یہ تحریک باطنیت ہے یا اسماعیلیت، جس سے قادیانی تحریک کو حیرت انگیز مماثلت حاصل ہے۔“

قادیانی تحریک کا متوازی مذہبی نظام [قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام اور زندگی کے ڈھانچے کے مقابل میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے۔ وہ دینی زندگی کے تمام شعبوں اور سطحوں کی بطور خود بخود پوری کرنا چاہتی ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو جدید نبوت، جدید مرکز محبت و عقیدت، نئی دعوت، نئے روحانی مرکز اور مقدسات، نئے مذہبی شعائر، نئے معتقد، نئے اکابر، نئی تاریخی شخصیتیں عطا کرتی ہے، غرض یہ کہ وہ قلب و دماغ اور فکر و اعتقاد کا نیا مرکز قائم کرتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اس کو ایک فرقہ اور فقہی یا کلامی دبستان یا مکتب خیال سے زیادہ ایک مستقل مذہب اور نظام زندگی کی شکل عطا کرتی ہے۔ اس کے اندر اس بات کا ایک واضح رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ نئی مذہبی بنیادوں پر ایک نئے معاشرے کی تعمیر کرے اور مذہبی زندگی کو ایک نئی شکل اور مستقل وجود بخشے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ جو افراد خلوص اور جوش کے ساتھ اس تحریک و دعوت کو قبول کرتے ہیں اور اس کے دائرہ میں آجاتے ہیں۔ ان کے فکر و اعتقاد کا مرکز بدل جاتا ہے اور ان کی زندگی میں قدیم دینی مرکزوں اور اداروں (اپنے وسیع معنی میں) اور شخصیتوں کی جگہ پر جدید دینی مرکز اور ادارے اور شخصیتیں آجاتی ہیں اور وہ ایک نئی امت بن جاتے ہیں جو اپنے جذبات، طریق فکر، عقیدت و محبت میں ایک مستقل شخصیت اور وجود کے مالک ہوتے ہیں۔ انفرادیت اور تقابل کا یہ رجحان قادیانیت کے اندر شروع سے کام کر رہا ہے اور وہ اب بلوغ و پختگی کے اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ قادیانی اصحاب بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اسلامی شعائر و مقدسات کے ساتھ

”المفضل“ مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۲ء

”ملاحظہ ہو“ ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام

از ڈاکٹر زاہد علی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد۔

قادیانی شیعہ اور مقدسات کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان کا ہم پلہ اور مساوی قرار دیتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو اسلام کے دینی نظام میں جو مرکز و مقام حاصل ہے، وہ ظاہر ہے، لیکن قادیانی اصحاب مرزا صاحب کے رفقاء اور ہم نشینوں کو صحابہ رسولؐ ہی کا درجہ دیتے ہیں۔ ایک قادیانی ذمہ دار اس ذہنیت کی اس طرح تہمتی کرتے ہیں :

”ان دونوں گروہوں (صحابہ کرامؓ اور رفقاء مرزا غلام احمد صاحب) میں تفریق کرنا یا ایک کو دوسرے سے مجموعی رنگ میں افضل قرار دینا ٹھیک نہیں۔ یہ دونوں فرقے درحقیقت ایک ہی جماعت میں ہیں، صرف زمانہ کا فرق ہے۔ وہ بعثتِ اولیٰ کے تربیت یافتہ ہیں اور یہ بعثتِ ثانیہ کے“ (الفضل ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء)

اسی طرح وہ مرزا غلام احمد صاحب کے مدفن کو مرتد رسولؐ اور گنبد خضراء کا مائل و شبیہ بتاتے ہیں۔ الفضل نے ۱۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں قادیان کے شعبہ تربیت کا یہ بیان شائع کیا تھا جس میں ان شرکائے جلسہ کی دینی بے حسی اور بدذوقی کی شکایت کرتے ہوئے جو قادیان حاضر ہونے کے باوجود مرزا صاحب کے مدفن پر حاضری نہیں دیتے، کہا گیا ہے :

”کیا حال ہے اس شخص کا جو قادیان دارالامان میں آئے اور دو قدم چل کر مقبرہ ہشتی میں حاضر نہ ہوا۔ اس میں وہ روئے مطہر ہے جس میں اس خدا کے برگزیدہ کا جسم مبارک مدفون ہے جسے افضل الرسل نے اپنا اسلام بھیجا اور جس کی نسبت خاتم النبیینؐ نے فرمایا : ”مَدْفُنٌ مَّيِّتٌ مَّيِّتٌ مَّيِّتٌ“۔ اس اعتبار سے مدینہ منورہ کے گنبد خضراء کے انوار کا پورا پورا اثر تو اس گنبدِ بیضا پر پڑ رہا ہے، اور آپ گویا ان برکات سے حقہ لے سکتے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقہ منور سے مخصوص ہیں۔ کیا ہی بد قسمت ہے وہ شخص جو احمدیت کے حج اکبر میں اس تمتع سے محروم رہے“ (الفضل جلد ۱۰ نمبر ۲)

قادیانی اصحاب اس دینی و روحانی تعلیق کی بناء پر جو نئی نبوت اور نئے اسلام کا مرکز ہونے کی بناء پر قادیان کیساتھ قائم ہوتا ہے، یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قادیان اسلام کے مقاماتِ مقدسہ میں سے ایک اہم ترین اور عظیم ترین مقام ہے اور وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ساتھ قادیان کا نام لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا :

”ہم مدینہ منورہ کی عزت کر کے خانہ کعبہ کی تہک کرنے والے نہیں ہو جاتے اسی طرح ہم قادیان کی عزت کر کے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی تہک کرنے والے نہیں ہو

سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ان تینوں مقامات کو مقدس کیا اور ان تینوں مقامات کو اپنی تخلیقات کے انظار کے لئے چننا۔ (الفصل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

خود مرزا غلام احمد صاحب نے قادیان کو سرزمین حرم سے تشبیہ و تمثیل دی ہے، وہ فرماتے

ہیں: —

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے
(دبّہ ثمین ص ۵۲)

ان کے نزدیک قادیان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے۔ منارۃ المسیح کے اشتہار (۲۸ مئی ۱۹۳۵ء) میں آپ نے لکھا ہے:

”جیسا کہ سیر مکافی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آں جناب کو شریعت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا، برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ پہنچا دیا، پس اس پہلو کی رو سے جو اسلام کے انتہائی زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے۔ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے مبارک و مبارک و کلے امر مبارک بجعلے فیہ۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ

مفعول اور فاعل واقع ہوا۔ قرآن شریف کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے پس

کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں ”قادیان“ کا ذکر ہے۔“ (تذکرہ یعنی مجموعہ دی مقدس ص ۲۵۵)

ان سب بیانات اور قادیان کے بارے میں اعتقادات کا منطقی اور طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ اس کے لئے شدید حال کر کے سفر کرنے اور وہاں سال بسال حاضر ہونے کو حج ہی کا سا ایک مقابلی عمل بلکہ ایک طرح کا حج سمجھا جانے لگے۔ چنانچہ قادیانیت کے رہنماؤں اور ذمہ داروں نے سفر قادیان کو ظلی حج کا لقب دیا ہے اور اس کو ان لوگوں کے لئے جو خانہ کعبہ کے حج کو نہ جاسکیں، حج اسلام کا ”حج بدل“ قرار دیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا: ”چونکہ حج پر وہی لوگ جاسکتے ہیں جو مقدرت رکھتے اور امیر ہوں مالا مال الہی تحریکات پہلے غرباء میں پھلتی اور پختی ہیں اور غرباء کو حج سے شریعت نے معذور کر رکھا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلی حج مقرر کیا تا وہ قوم جس سے وہ

اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہتا ہے۔ اور تا وہ غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان اس میں شامل ہو سکیں۔ (الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۲ء)

اس بارے میں اتنا غور ہونے لگا کہ قادیان کے سفر کو حج بیت اللہ پر ترجیح دی جانے لگی اور یہ اس ذہنیت کا لازمی و قدرتی نتیجہ ہے کہ قادیانیت ایک زندہ اور جدید مذہب ہے۔ اور اس کا مرکز ایک زندہ اور جدید مذہب کا روحانی مرکز تھل ہے جس سے نئی زندگی اور نئی مذہبی توانائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسی بنا پر ایک قادیانی بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جیسے احمدیت کے بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے، وہ خشک اسلام ہے۔ اسی طرح اس حج ظلی کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک حج رہ جاتا ہے، کیونکہ وہاں پر آجکل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔“

(پیغام صلح جلد ۲۱ نمبر ۲۲)

انفرادیت کا رجحان اور ایک مستقل دین اور نئی تاریخ کے آغاز کا احساس اتنا بڑھ گیا کہ قادیانی حضرات نے اپنی نئی تقویم کی بنیاد ڈال دی اور سال کے مہینوں کے نئے ناموں سے تاریخ لکھنے لگے۔ قادیانیت کے سرکاری ترجمان ”الفضل“ میں مہینوں کے جو نام چھپتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

صلح، تبلیغ، امان، شہادت، ہجرت، احسان، وفا، ظہور، نبوک، انعام، نبوت، فتح۔

خالص ہندوستانی مذہب ہونے کی | ان مذہبی تصورات اور انفرادیت کے رجحانات کا نتیجہ حیثیت سے قادیانیت کا خیر مقدم یہ ہے کہ مذہب و تحریک قادیانیت کا ذہنی، روحانی و سیاسی مرکز بجائے جزیرۃ العرب اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے (جو اسلام کا گہوارہ اور اس کی زندگی کا سرچشمہ اور ابدی مرکز ہیں) قادیان بننے لگا جو اس نئے مذہب و تحریک کے ظہور اور نشو و نما کا مرکز ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہو گا کہ قادیانیت اور اس کے پیروں کی وابستگی عرب و حجاز سے روز بروز کم ہوتی چلی جائے گی اور اس کی دلچسپیاں اور توجہات ہندوستان میں محدود ہونے لگیں گی جس کی سر زمین سے یہ دعوت و تحریک اٹھی اور جس کی خاک سے اس کا بانی اور داعی پیدا ہوا۔ بالآخر اسی میں نشو و نما پا کر اور اپنی زندگی کی منزلیں طے کر کے دفن ہوا۔ یہ اس آغاز اور طریق فکر کا قدرتی نتیجہ ہے جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو گا اور جس طرح درخت کے پھل پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ اس تحریک و دعوت کے مزاج اور اس کے طریق کار کے اس منطقی نتیجہ پر بھی تعجب کا کوئی موقع نہیں۔ قادیانیت کے اس مزاج اور اس کے اس توڑخ کا ہندوستان کے ان قوم پرستوں نے پرجوش خیر مقدم کیا جس کی ہندوستان کے مسلمانوں سے یہ پرانی شکایت ہے کہ ان کی من گھڑی تاریخ © rasailojaraid.com ہے اور وہ ہمیشہ عرب کی طرف دیکھتے ہیں۔